جناب محمد طفیل

# پاکستان میں حدیث کی تدریس

قرآن حکیم کے بعد اسلامی علم و ادب میں سب سے افضل اور سب سے نمایاں مقام حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ حدیث اسلامی قانون کا بہت بڑا ماخذ، قرآن پاک کی تفسیر، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا جیتا جاگتا ثبوت اور اسلامی طرزِ حیات کا بہترین سرمایہ ہے۔ اسلامی علوم سے اگر حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو نکال دیا جائے تو نہ صرف قرآن حکیم کو سمجھنے میں دشواری ہوگی بلکہ اسوۂ حسنہ کے کامل نمونہ سے بھی مسلمان محروم ہو جائیں گے اور اسلامی ادب افصح العرب والعجم اور جامع الکلم کے دہن مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ کھو بیٹھے گا اور عربی زبان و ادب بھی لاتعداد اسالیبِ بیان اور حکم و امثال سے خالی نظر آئے گا۔

یہی وجہ ہے کہ ہر عہد اور ہر زمانے میں حدیث نبوی پر بہت توجہ دی گئی۔ قرآن حکیم کی جمع و تدوین کے فوراً بعد حدیث کی جمع و تدوین پر توجہ مبذول کی گئی، اور ہر اس لفظ، جزو، جملہ یا جملہ کو محفوظ کر لیا گیا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ پھر یہ کوششیں یہیں تک محدود نہ رہیں بلکہ کھرا کھوٹا الگ کرنے اور ارشاداتِ نبوی کا منشا و مدعا سمجھنے کے لیے درجنوں علوم معرضِ وجود میں آئے۔

پاکستان جو کہ ایک اسلامی نظریاتی مملکت ہے۔ اس میں اگرچہ مطالعۂ حدیث پر خاص توجہ دی گئی ہے اور اس مضمون کو شاملِ نصاب کیا گیا ہے لیکن افسوس ہے کہ مطالعۂ حدیث کو اس کا جائز اور مناسب مقام نہ مل سکا۔ اس وقت جس طریقہ سے پاکستان میں حدیث کی تعلیم دی جا رہی ہے وہ نہ تو پوری طرح ملّی تقاضوں کو پورا کرتی ہے، نہ مذہبی ضروریات کو، اور نہ ہی ادبی پہلوؤں کو۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ حدیث اس طرح سے پڑھائی جائے کہ اس سے ملّی و مذہبی تقاضے بھی پورے ہوں اور ادبی ضروریات بھی۔ اور اس کا بہترین طریقہ

یہ ہے کہ اسے روزمرہ کی زندگیوں پر عملاً اختیار کر کے دکھایا جائے۔

اب ہم ذرا تفصیل سے جائزہ لیتے ہیں کہ پاکستان میں حدیث کی تدریس کس طرح سے ہوتی ہے۔ یہ امر مسلمات میں سے ہے کہ پاکستان میں اسلامی علوم کے تعلق سے نظام تعلیم کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک نظامِ مدرسہ، اور دوسرا اسکول سسٹم۔ یہ دونوں نظام اپنا الگ الگ تشخص رکھتے ہیں اور یہ دونوں قائم بالذات ہیں اور ان دونوں نظاموں میں حدیث کی تعلیم کو شامل کیا گیا ہے۔ لیکن درحقیقت دونوں میں ہی حدیث کو اس کا صحیح مقام نہیں مل سکا ہے۔ اب ہم ذیل میں ان دونوں نظاموں کا علیحدہ علیحدہ جائزہ پیش کر کے ان کی اصل خرابیوں کی نشان دہی کریں گے اور پھر کچھ تجاویز پیش کر کے یہ بتانے کی کوشش کریں گے کہ ان دونوں نظاموں کی اصلاح کیسے ممکن ہے؟ یا ان دونوں نظاموں کو ملا کر کس طرح اسلامی نظامِ تعلیم وجود میں آسکتا ہے؟

## درسِ نظامی

یہ ایسا نظامِ تعلیم ہے جسے حکومت کی سرپرستی حاصل نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کا ایک طبقہ جسے علمائے دین کہا جاتا ہے، اپنی ذاتی کوششوں اور اس نظامِ تعلیم کے حامیوں کے مالی تعاون سے چلا رہا ہے۔ اس نظامِ تعلیم کو کچھ اس طرح سے چلایا جا رہا ہے، کم و بیش آٹھ سال کی مدت پر مشتمل ہے یعنی اس کو آٹھ دس سالوں میں مکمل کیا جا سکتا ہے۔

اس نظامِ تعلیم کو چلانے والوں کا دعویٰ یہ ہے کہ اس عرصہ میں طالب علم نہ صرف جملہ اسلامی علوم و فنون کا ماہر بن جاتا ہے بلکہ اسے قرآن و سنت پر بھی پورا پورا عبور حاصل ہو جاتا ہے۔ اور درسِ نظامی پڑھ کر فارغ ہونے والا طالب علم نہ صرف خود اپنی زندگی اسلام کے مطابق گزار سکتا ہے، بلکہ وہ ملّتِ اسلامیہ کی رہنمائی بھی کر سکتا ہے، جبکہ حقیقت اس کی تائید نہیں کرتی۔

یہ معاملہ غور طلب ہے کہ یہی درسِ نظامی جس کی جڑیں ملّتِ اسلامیہ میں بہت گہری ہیں اب امام غزالی، امام ابنِ تیمیہ، ابنِ خلدون، ابنِ حجر عسقلانی اور شاہ ولی اللہ جیسے مفکرین اور رہنما پیدا کیوں نہیں کر رہا ہے۔ ہماری رائے میں اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ نصابِ تعلیم اب عصری تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں ہے اور اس میں بنیادی تبدیلیوں کی ضرورت ہے۔

دیگر علوم وفنون کو چھوڑ کر ہم اس وقت اس نظام کے صرف حدیثی پہلو کا جائزہ لیتے ہیں اور اسی سے اندازہ لگانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس کی ناکامی کی وجوہ کیا ہیں۔ اگر آپ مختلف مدارسِ عربیہ اور اداروں کے نصاب دیکھیں گے تو اس میں آپ کو اصولِ حدیث اور حدیث دو عنوان نظر آئیں گے۔ اصولِ حدیث کے نیچے کتابوں کے خانے میں شرح نخبۃ الفکر کا نام درج ہوتا ہے۔ چونکہ ہم نے علومِ اسلامیہ کے پھیلاؤ کے اصلی دَور میں نہیں بلکہ شروح اور حاشیوں کے دَور میں ان علوم کو اپنایا اور قبول کیا تھا، اس لیے ہم اصل متن کی بجائے شروح پر زیادہ انحصار کرتے ہیں جبکہ طلبہ کو ضرورت اس چیز کی ہوتی ہے کہ انھیں بنیادی اصول وقواعد بتلا دیئے جائیں اور انھیں عملی طور پر نافذ کیا جائے۔ اس وقت چونکہ شروح اور حواشی پر زیادہ توجہ دی جاتی ہے، اس لیے طلبا اصل متن اور بنیادی قواعد سے زیادہ واقف نہیں ہوتے۔ چنانچہ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے اذہان شروح وحواشی کی بھول بھلیوں میں الجھ جاتے ہیں ورنہ ان کے ذہنوں میں صاف اور واضح باتیں آتی ہیں اور نہ ان میں مطلوبہ تعمیری اور فکری صلاحیتیں پیدا ہوتی ہیں

اصولِ حدیث کے تعلق سے ہمارے ہاں صرف راویوں کو جانچنے کے چند قاعدے اور حدیث کی کچھ اقسام بتائی جاتی ہیں۔ لیکن اسماء الرجال جو علومِ حدیث کا اہم جزء ہے اس پر کچھ توجہ ہی نہیں دی جاتی۔ عربی مدارس سے فارغ طلبہ میں یہ صلاحیت کہاں سے پیدا ہو کہ وہ مضطرب حدیث کے اضطراب کو، اور سلسلہ رواۃ کے راویوں، ان کے ذاتی اوصاف اور کردار کو پہچان اور جان سکیں۔ ہماری رائے میں متن پر جتنی توجہ دی جانی چاہیے۔ اس سے زیادہ تر توجہ اسماء الرجال اور علوم الحدیث پر دی جانی چاہیے۔

اب ذرا آپ متنِ حدیث کی طرف آئیے تو درسِ نظامی میں صحاح ستہ کی چھ کی چھ کتب شاملِ نصاب کی گئی ہیں اور بعض مدارس میں موطا امام مالک، مسند امام احمد اور طحاوی کی شرح معانی الآثار کو بھی شاملِ نصاب کر لیا گیا ہے۔ ان کتب میں سے ہر کتاب بڑی تقطیع کے تقریباً آٹھ سو صفحات پر مشتمل ہے اور صرف صحاح ستہ کی کتب پانچ ہزار صفحات پر مشتمل ہیں اور دیگر تین کتبِ احادیث کے صفحات بھی شامل کر لیے جائیں تو ان صفحات کی مجموعی تعداد سات ہزار تک پہنچ جاتی ہے، جبکہ مشکوٰۃ شریف پڑھنے کے بعد ان کتب کی تدریس کے لیے بعض مدارس

میں صرف ایک سال کا عرصہ رکھا جاتا ہے۔

ایک سال کی مدت چونکہ ان کتب کی تدریس کے لیے ہر لحاظ سے ناکافی ہے لہٰذا ان کتب کی تدریس کا حق ادا نہیں ہوتا، بلکہ ہوتا یہ ہے کہ بعض کتب احادیث کے کچھ ابتدائی حصے طلبا کو پڑھا دیے جاتے ہیں اور بقیہ حصے طلبا، استاذ کے سامنے پڑھ لیتے ہیں، جس سے تدریس کا حق بالکل پورا نہیں ہوتا، جن طلبا کی عربی کمزور ہوتی ہے وہ ان احادیث کو درس میں موجود ہونے کے باوجود نہیں سمجھ سکتے، چہ جائیکہ وہ اس سے مسائل کا استنباط کرنے کی صلاحیت اپنے اندر پیدا کر سکیں۔

عام مدارس کو تو چھوڑیے، جامعہ اسلامیہ بہاولپور بھی جسے حکومت کی سرپرستی حاصل ہے اور جو صرف اور صرف اسلامی علوم کی تعلیم و تدریس اور احیا کے لیے قائم ہوئی تھی، اس میدان میں کچھ مختلف ثابت نہیں ہوئی۔ وہاں بھی حدیث پر کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی اور اصولِ حدیث اور حدیث کی تدریس کو وہ مقام و مرتبہ حاصل نہیں ہو سکا، جس کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے اور جو اس کے قیام کا مقصدِ وحید ہے۔ اس لیے ہم کچھ ایسی تجاویز پیش کرتے ہیں جن پر عمل کر کے اس مسئلہ کو کسی نہ کسی حد تک حل کیا جا سکتا ہے۔

## چند تجاویز

ا۔ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تدریسی مدت کم از کم چھ سال مقرر کی جائے اور ہر سال حدیث کو دو پرچوں والے لازمی مضمون کی حیثیت سے شامل نصاب کیا جائے۔ ایک پرچہ اصولِ حدیث، تاریخ اور تدوینِ حدیث، اسماء الرجال پر مشتمل ہو اور دوسرا پورا پرچہ متنِ حدیث کے لیے وقف ہو۔

ب۔ ظاہر ہے کہ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے کتب کی ضرورت بڑھے گی۔ تو ہماری رائے میں اصولِ حدیث، تاریخ حدیث اور اسماء الرجال کی تدریس کے لیے جدید کتب اردو زبان میں لکھی جائیں، جن کا مواد اصل عربی متون سے ماخوذ ہو۔

ج۔ متنِ حدیث کی تدریس کے لیے صحیح احادیث کا ایک ذخیرہ فراہم کیا جائے جو انسانی زندگی کے جملہ پہلوؤں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہو۔ جب یہ مجموعہ وجود میں آجائے تو پھر اسے اس

طرح سے ترتیب دیا جائے کہ زبان کے نقطۂ نظر سے آسان احادیث ابتدائی درجوں میں رکھی جائیں اور اس طرح بتدریج مشکل احادیث کی طرف طلبہ کو آگے بڑھایا جائے۔

د ۔ آخری درجوں میں احادیث کی کتب کی محض پڑھائی نہ کرائی جائے، بلکہ صحاح ستہ اور دیگر کتبِ احادیث کو سامنے رکھ کر اس طرح تقسیم کیا جائے کہ جب طالب علم ان حصوں کو پڑھ کر فارغ ہو تو تقریباً تمام احادیث کی تعلیم حاصل کر چکا ہو۔ جملہ احادیث کی کتب کی تدریس ناممکن اور تحصیل حاصل کے مترادف ہوگی کیونکہ ان میں مکررات کی ایک بہت بڑی تعداد شامل ہے۔

ک۔ حدیث کی تدریس اس نقطۂ نظر سے کی جائے کہ مسائل کے ساتھ ساتھ حدیث نبوی کی ادبی اور لسانی خوبیاں بھی بیان کی جائیں اور اس کو عصرِ حاضر کے مسائل پر منطبق کر کے دکھایا جائے۔

و ۔ حدیث کے طلبا کو عربی زبان اس قدر آنی چاہیے کہ وہ اسلوب بیان اور اس کے فنی و ادبی محاسن کو صحیح معنوں میں سمجھ سکیں۔

ز ۔ حدیث کے طلبہ کو ایک خاص قسم کی مشق کرائی جائے، اور وہ اس طرح ہو کہ ہر طالب علم یا پوری جماعت کو موجودہ مسائل میں ایک مسئلہ دے دیا جائے اور پھر ان سے کہا جائے کہ اس مسئلہ کا حل حدیث سے تلاش کیا جائے۔ ارشاداتِ نبوی کی روشنی میں وہ طالب علم یا جماعت اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کر کے مدلل جواب تیار کرے۔ ایسا کرنے سے ایک طرف تو طلبا کی فکری اور اختراعی صلاحیتیں ابھریں گی، دوسری طرف بعض پیچیدہ مسائل کا حل بھی مل سکے گا۔

ح ۔ نصاب میں زندہ اور حاضر الوقت مسائل پر بالخصوص زور دیا جائے۔

یہاں تک تو ہم نے اختصار کے ساتھ نظامِ مدرسہ کا ذکر کیا ہے اور اس کی بعض خامیوں کی نشان دہی کر کے اس کا حل پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اب ہم اسکول سسٹم کا ذکر کرتے ہیں۔

یہ نظامِ تعلیم مدارسی نظام سے بالکل مختلف ہے۔ اس میں اگرچہ دسویں جماعت تک اسلامیات لازمی مضمون کی حیثیت سے پڑھائی جاتی ہے لیکن مضامین کا بوجھ اس قدر زیادہ ہوتا ہے کہ اس مضمون پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی جاتی اور اس میں حدیث تو برائے نام ہی شامل ہوتی ہے۔

اعلیٰ ثانوی درجوں میں حدیث کو اگرچہ شاملِ نصاب رکھا گیا ہے لیکن وہ اس قدر محدود اور مختصر

ہے کہ اس سے حدیث کی صحیح تدریس نہیں ہوتی اور نہ زندگی کے مختلف اہم پہلوؤں پر حدیث کے احکام پڑھائے جاتے ہیں۔ یہی نہیں جامعات میں ایم۔اے کے درجوں میں بھی حدیث کا کوئی اچھا مجموعہ نہیں پڑھایا جاتا۔ بعض یونیورسٹیوں میں مشکوٰۃ المصابیح کا کچھ حصہ پڑھایا جاتا ہے اور وہ بھی نماز روزہ کے مسائل تک۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ حدیث کی ایسے طریقے سے تدریس کی جائے کہ طلبا اس سے خود بھی پوری طرح مستفید ہو سکیں اور اس کی تبلیغ بھی کر سکیں۔

یہ چیز علمائے حدیث اور ماہرین تعلیم کے سوچنے کی ہے، امید ہے کہ وہ اس کو موضوعِ فکر ٹھہرائیں گے۔

---

# معارفِ حدیث

اردو ترجمہ

## معرفۃ علومِ حدیث

مولانا محمد جعفر پھلواروی

"معرفۃ علومِ حدیث" فنِ حدیث میں ایک بہت بڑی گراں قدر تصنیف تسلیم کی گئی ہے۔ اس کے مصنف امام ابو عبداللہ الحاکم نیساپوری (۳۲۱ھ - ۴۰۵ھ) ہیں۔ اس میں احادیث کی قسمیں راویانِ احادیث کے مراتب اور ان کے حالات، نیز اس سلسلے کی دوسری معلومات سب آگئی ہیں۔ اس کتاب سے فنِ حدیث کا کوئی طالب علم بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ ترجمہ بڑا شگفتہ اور رواں ہے۔ صفحات: ۳۸۸ قیمت: ۱۱ روپے

ملنے کا پتہ

ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور